تدوین حدیث کے بارے میں مستشرقین کے شبہات کا تنقیدی جائزہ

*عادل خان کٹی خیل

**قاری واحد بخش

Abstract

The books of Orientalists created skepticism about the authenticity of hadith among the Muslim. In their notions they have tried to establish doubts about the authenticity of hadith on the various grounds. In this regard, they presented them out of the way contrary from fundamental source of their origin just to meet their end-preaching .Even sometimes they achieved their purpose through irrelevant descriptions. A solution based analysis is being presented of their notion. This article analysis the foundation of their thinking.

Keyword: Critical Analysis, Orientalist Views, Compilation of Hadith

مستشرقین نے ویسے تو اسلام کے ہر پہلو پر شبہات پیش کیے ہیں مثلاً قرآن و حدیث، سیرت طیبہ، تعدد ازواج، تفسیر اور تاریخ۔ اسلام کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو ان کی تنقید و تشنیع سے محفوظ رہا ہو لیکن احادیث کو تو انہوں نے خاص طور پر نشانہ بنایا ہے۔ مستشرقین نے احادیث اور تدوین حدیث کے حوالے سے جو بھی شبہات پیش کیے ہیں وہ اعتراضات برائے اعتراضات ہیں۔ وہ یہ اعتراضات اس لیے نہیں کرتے کہ وہ اسلام کو سمجھنا چاہتے ہیں یا ان کے ذہنوں میں جو سوالات ہیں وہ ان کی تسلی و تشفی چاہتے ہیں بلکہ ان اعتراضات سے ان کا مقصد اسلام کے بارے میں عام ذہنوں میں اور بھی شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے وہ مسلمان، نو مسلم یا وہ جو اسلام کی طرف کسی نہ کسی شکل میں رغبت یا میلان رکھتے ہیں اور اسلام کی عظمت، حقیقت، حقانیت سے متاثر ہو کر اس طرف آنے کا ارادہ رکھتے ہیں یہ ان کے دلوں میں بھی شک کا بیج بونے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ یہ اعتراضات کر کے اسلام یا مسلمانوں کی کوئی خدمت بلکہ اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ بلاشبہ مستشرقین میں بعض بڑے معتدل لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے اسلام کی بہت خدمت بھی کی ہے اور بعض مستشرقین ایسے بھی ہیں جن کی زندگیاں اسلام کے مطالعے کے بعد ایسی بدلیں کہ وہ مسلمان ہو گئے۔ لیکن حقیقت یہ کہ بجز چند مستشرقین کے مستشرقین کی اکثریت نے اسلام دشمنی کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کو ہر طرف سے نقصان پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے اور وہ کوئی موقع ایسا نہیں چھوڑتے جس سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں۔ ان کی غرض و غایت بظاہر یہ لگتی ہے کہ مسلمانوں کو دین اسلام سے بیزار کر دیں اور دنیائے کفر کو دنیا اسلام پر غالب کر دیں۔

---

*پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان۔

**اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان۔

کیونکہ ان کے سامنے تاریخی حقائق ہیں کہ قرآن و حدیث پر عمل ہی کی بدولت مسلمانوں کو قرون اولیٰ میں غیر مسلموں پر غلبہ حاصل ہوااور مستشرقین اسی حقیقت کے پیش نظر اپنے مشن کو بلند و بالا اور اعلیٰ وارفع ثابت کرنے کے لیے کوشاں ہیں اور مسلمانوں کو مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔اسی مقصد کے پیش نظر مستشرقین نے احادیث پر بالعموم اور تدوین حدیث پر باالخصوص کچھ اعتراضات وارد کیے ہیں۔وہ یہ ہیں:

دوراول کے مسلمان حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔مسلمانوں میں یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔[۱]

"Two generations before shafi, i reference to traditions from companions, and successors was the rule, to traditions from Prophet himself the exceptions, and it was left to shafi to make the exception his principle."[۲]

احادیث کاآنحضرت کے دور سے کوئی تعلق نہیں،احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اس لیے قابل حجت نہیں۔

"There is no reason to suppose that the regular practice of using isnad is older than the beginning of the second century, (A.H)."[۳]

"احادیث ناقابل اعتبار ہیں اس لیے کہ آنحضرت ﷺ سے ان کااِسناد ثابت نہیں۔یااحادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے۔"

آپ ﷺ نے احادیث لکھنے سے منع کیا، صحابہؓ نے احادیث نہیں لکھیں۔جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلادیا۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:

"لا تکتبوا عنی ومن کتب عنی غیرالقرآن فلیمحه" [۴]

سوائے قرآن کے مجھ سے کوئی بات نہ لکھو۔

پس اگر احادیث حجت ہوئیں تو حضور ﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔چونکہ آپ ﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیااس لیےاحادیث محفوظ نہیں۔

ذیل کی سطور میں حدیث کے بارے میں مستشرقین کے شبہات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

شُبہ نمبر1:

"Two generations before shafi, i reference to traditions from companions, and successors was the rule, to traditions from Prophet himself the exceptions, and it was left to shafi to make the exception his principle."

دور اول کے مسلمانوں کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔مسلمانوں میں یہ خیال بعد کے دور میں پیدا ہوا۔نیز احادیث کا آنحضرت کے دور سے کوئی تعلق نہیں،احادیث اڑھائی صدی بعد لکھی گئیں اس لیے قابل حجت نہیں۔

گولڈز یہر کے نزدیک حدیث کی حیثیت تاریخی بھی نہیں ہے۔اس بارے میں لکھتے ہیں:

"The Hadith will not serve as document for the History of the tedencies which appeared in the community during the mature stages of its development" (5)

''حدیث کو اسلام کی ابتدائی دور کی تاریخ کے لیے سند کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی بجائے ان کی حیثیت ان رجحانات کے عکس کی سی ہے۔جو کسی قوم کے ارتقاء کے پختہ و مستحکم ادوار میں نمایاں ہوئے۔''

گولڈز یہر حدیث اور سنت کو بطور متضاد پیش کرتے ہیں۔اکثر جگہوں پر حدیث کے لیے (Tradition)یعنی روایت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ شریعت اسلامی کے احکام اسلام کے عہد اول میں مسلمانوں کے نزدیک جانے پہچانے نہ تھے۔

ان کی خوشہ چینی میں آرتھر جیفری حجیت حدیث کے بارے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتا ہے:

After the Prophet's death, however, the growing community of his followers found that a great many problems of religion, and even more of community life, were arising for which there was no specific guidance in the Quran, Guidance was therefore, sought in the tradition, Hadith, as to what the Prophet has said and done, or was reported to have said & this vast accumulation of genuine, partly genuine, quite serious traditions was presently digested into the collection of Hadith, six of which are considered to be the canonical collections. But as these canonical collections were primarily concerned with material of Juristic nature importance for the religion of Islam had to be drawn from the other, un-canonical collections. It was well known to Muslims that much of the Hadith material was spurious, but for the study of Islam even those traditions which the community value often as much value as those which may attributed to Muhammad home their & invented actually have com from him.(6)

''پیغمبر کے انتقال کے بعد ان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ مذہبی اور معاشرتی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی راہنمائی موجود نہیں ہے۔لہٰذا ایسے مسائل کے حل کے لیے احادیث کی تلاش شروع کی گئی۔''

آرتھر جعفری اپنی اس تحریر میں گولڈز یہر کی پیروی کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ حدیث کا عہد رسالت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ آپ کے انتقال کے بعد جب نئے مسائل پیش آئے تو مسلمانوں نے ان کے حل تلاش کرنے کے لیے حضور ﷺ کے اقوال وافعال کا سہارا لیا۔احادیث گھڑ کر آپ ﷺ کی طرف منسوب کیں اور موضوع احادیث کو بعض اوقات صحیح احادیث پر فوقیت بھی دی۔

ایچ۔اے۔آر۔گب(H.A.R, Gibb)کے بقول:

"Where such traditions were found to exist, it was held the rulings they contained, explicity or implicity, were decisive & mandatory for all Muslims. The Sunnah (Practice) of the obviously supersedes other sunnas, and still more any

spectacular reasoning. This argument (Elaborated) by the Jurist Al-Shifai-i- (d 820) was clearly unchallengeable that it was perforce accepted in principal by all the Schools of law.(7)

''یہ فیصلہ کیا گیا کہ جہاں اس قسم کی احادیث موجود ہوں ان سے جو احکام صراحتاً یا ضمناً مستنبط ہوں وہی فیصلہ کن ہوں گے اور تمام مسلمانوں کے لیے عمل کرنا ضروری ہوگا۔ پیغمبر ﷺ کی سنت کو دیگر تمام سنتوں اور قیاسی فیصلوں پر فوقیت حاصل ہوگی۔ احادیث کی حجت کے تصور کی وضاحت امام شافعیؒ نے ایسے مدلل اور لاجواب انداز میں کی تھی کہ تمام مکاتب فکر کو اسے مجبوراً تسلیم کرنا پڑا۔''

گب یہ تو تسلیم کر رہا ہے کہ مسلمانوں نے حضور ﷺ سے مروی احادیث کو تلاش کیا، لیکن وہ ساتھ ہی یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کر رہا ہے کہ احادیث کو حجت بعد کے مسلمانوں نے قرار دیا۔ یعنی عہد رسالت میں حدیث کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی گئی۔

گب کی تحریر سے لگتا ہے کہ وہ احادیث کے متعلق مثبت رویہ اختیار کر رہا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ بھی دیگر مستشرق بھائیوں کا ہمنوا ہے۔ وگرنہ اس کا کہنا کہ احادیث کی حجیت کو امت میں متعارف کرنے کا سہرا حضرت امام شافعی کے سر ہے۔ اسلام کی بنیادیں ہلا دینے کے مترادف ہے۔

مستشرقین نے حدیث کی حجیت کے بارے میں جو اعتراض کیا ہے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔ وہ موضوع اور کمزور روایات کی بنیاد پر اپنی تحقیق کی عمارت استوار کرتے ہیں۔ ان کے بقول احادیث مبارکہ امت مسلمہ کی تاریخ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا نتیجہ ہے اور جس چیز نے بدلتے ہوئے حالات تقاضوں سے جنم لیا اسے شریعت اسلامیہ کا ماخذ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

اگر احادیث کی حجیت اور اہمیت کا ثبوت صرف احادیث اور تاریخ اسلام کے حوالے سے پیش کرنا پڑتا تو مستشرقین اپنے گمان کے مطابق اسے بڑی آسانی سے رد کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے حدیث کے بارے میں ایک موقف اختیار کیا ہوا تھا کہ وہ کسی بھی احادیث کو کسی وقت بھی مسترد کر سکتے تھے اور کسی حدیث کو ان کے خلاف بطور ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے احادیث کی اہمیت اور حجیت کو قرآن کریم کے ذریعے بیان کر دیا ہے۔ جب قرآن کریم کی بے شمار آیات احادیث کی اہمیت کو بیان کر رہی ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عہد رسالت کے مسلمانوں نے احادیث کو کوئی اہمیت نہیں دی اور صدی ڈیڑھ صدی کے بعد مسلمانوں کو مجبوراً احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ ''قرآن کریم کے متعلق مستشرقین کی ایک معقول تعداد اب یہ تسلیم کرتی ہے کہ آج کے مسلمانوں کے پاس جو قرآن کریم ہے یہ وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے سامنے پیش کیا تھا اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے پاس یہ کتاب ہدایت موجود تھی۔''

درج ذیل قرآنی آیات کے ذریعے اس کی اہمیت وحجیت واضح کی جارہی ہے۔کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں مستشرقین یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعد کے مسلمانوں نے وضع کی ہے۔اللہ تعالٰی نے قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالٰی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [۸]

"اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس آیت کریمہ میں محبت الٰہی کی دلیل آنحضرت کے اتباع کو قرار دیا گیا ہے۔اور حضور ﷺ کی اتباع جو محبت الٰہی کے لیے ضروری ہے اور جو گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بھی ہے اور وہ حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

ارشاد باری تعالٰی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ [۹]

"اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔"

نیز ارشاد باری تعالٰی ہے:

وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [۱۰]

"اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

ارشاد باری تعالٰی ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ [۱۱]

"تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول ﷺ کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ تعالٰی کافروں کو پسند نہیں کرتے"

ان آیات میں اللہ تعالٰی کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اللہ کی اطاعت تو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کر کے کی جاسکتی ہے۔لیکن رسول ﷺ کی اطاعت صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آپ ﷺ کے اقوال افعال وغیرہ کی تفصیلات سامنے ہوں۔یہ تمام تفصیلات احادیث میں پائی جاتی ہیں۔اس لیے قرآن کریم کے اس حکم پر احادیث کے بغیر عمل کرنا ناممکن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۱۲)

''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔''

اس آیت کریمہ میں آنحضرت ﷺ کے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے روکنے کا حکم ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے اوامر و نواہی کا علم احادیث کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُولِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۳)

''اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھیں۔ آگے نہ بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کی خلاف ورزی نہ کریں۔ لہٰذا جہاں قرآن کریم کی اتباع ضروری ہے اس کی خلاف ورزی جائز نہیں اس طرح آنحضرت ﷺ کی اتباع ضروری ہے اور آپ ﷺ کی اتباع بغیر احادیث کے ممکن نہیں ان تمام آیات کریمات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول ؐ کی اتباع اطاعت اور ان کے حکم کو ماننا لازم قرار دے دیا گیا ہے۔ کیونکہ اطاعت رسول ﷺ محبت الٰہی، اخروی کامیابی ور ایمان واعمال صالحہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور اطاعت رسول ﷺ کے لیے ہم آپ ﷺ کے افعال و اقوال کے محتاج ہیں اور آپ ﷺ کے افعال و اقوال اور تقریرات کا نام ہی حدیث ہے۔

احادیث کی اہمیت و ضرورت صرف انہی آیات پر عمل کرنے تک محدود نہیں جن میں براہ راست آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے بلکہ لا تعداد اسلامی احکام پر حضور ﷺ کی عملی یا قولی راہنمائی کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں مثلاً نماز، روزہ زکوٰۃ، حج وغیرہ کے بارے میں تمام تفصیلات احادیث سے ہی ملتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (۱۴)

اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ ذکر (قرآن) اتارا تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا۔

گویا وحی جلی (قرآن کریم) کے ذریعے جو احکام نازل ہوئے ہیں۔ وحی خفی (احادیث) کے ذریعے ان کی تفصیل اور تشریح بیان کردی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب کوئی رسول مبعوث فرماتا ہے تو اسے صرف کتاب ہی عطاء نہیں کرتا بلکہ کتاب کے ساتھ ساتھ اسے حکمت بھی عطا کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیثٰقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُم مِّن کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنصُرُنَّہٗ(۱۵)

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا قرآن کریم یہ آیت کریمہ منصب رسالت کے بارے میں اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ رسول جب مبعوث ہوتا ہے تو صرف کتاب لے کر ہی نہیں آتا بلکہ الٰہی کی طرف سے حکمت بھی عطا ہوتی ہے۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ (۱۶)

"اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔"

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِی بُیُوتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ(۱۷)

اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت قرآن کریم ہمیں صرف یہ نہیں بتاتا کہ حکمت کتاب کے ساتھ نازل ہوتی ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کاشانہ نبوت میں کتاب کے ساتھ ساتھ حکمت کی تلاوت بھی ہوتی ہے۔قرآنی اصطلاح میں حکمت سے کیا مراد ہے؟اسے سمجھنے کے لیے اس کا مفہوم جاننا ضروری ہے۔

صاحب تاج العروس حکمت کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

"الحکمة العدل فی القضاء والعلم بحقائق الاشیاء علی ما علیه والعمل بمقتضاه ولهذا انقسمت الی علمیة و عملیة"(۱۸)

کسی جھگڑے کا عادلانہ فیصلہ کرنے کو حکمت کہتے ہیں اور اشیاء کی صحیح حقیقت کو جان لینا اور اس (صحیح علم) کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔اس لیے حکمت کی دو اقسام ہیں حکمت علمی (یعنی اشیاء کی ماہیت و حقیقت کا صحیح علم) اور حکمت عملی (یعنی اس صحیح علم کے مطابق عمل کرنا)۔

گویا کہ حکمت سے مراد حکمت کتاب ہے یعنی کتاب (قرآن کریم) میں جو احکام و ارشادات، اوامر و نواہی، دروس و عبر، پند و نصائح مذکور ہیں ان کی ماہیت و حقیقت کا صحیح علم اور ان پر صحیح عمل جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر رسول کو کتاب کے ساتھ عطا کیا جاتا اس طرح آنحضرت ﷺ کو بھی اپنی کتاب کا علم و عمل اللہ تعالیٰ نے ہی مرحمت فرمایا اور یہی آپ ﷺ کا علم و عمل ہے جو قرآنی اصطلاح میں حکمت کہلاتا ہے اور جسے حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(۱۹) معلوم ہوا کہ حکمت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے

منزل ہے جس طرح کہ قرآن منزل من اللہ ہے۔اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہت سی احادیث میں اشارہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"الا انی اوتیت الکتاب و مثلہ معہ"[۲۰]

خبر دار مجھے کتاب اور اس کے ساتھ اس کی مثل (حدیث) عطا کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے مستشرقین کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں ہی مسلمان حدیث پر عمل پیرا تھے اور بعد کے مسلمانوں تک آنحضرت کے اقوال وافعال اور تقریرات قابل اعتماد ذرائع سے منتقل ہوئے۔

فلپ۔کے۔ہٹی احادیث کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Through his lifetime Muhammad served as God's spokesman, thereby performing the triple function of legislation judge, and executive. The usage of Prophet (Sunnah, "Custom""Use") including his deeds, utterances and tacit approval was available. It clarified the scriptural text, elaborated on it, supplemented it, and thus fulfilled new demands. The Prophetic sunnah became in the first century after the hijrah the object of intensive study, next to the study, next to the study of the Koran itself, the research involved collection, verification and recording".[21]

محمد ﷺ نے اپنی پوری زندگی خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنے فرائض سر انجام دیے۔ اس طرح وہ ایک قانون ساز، جج اور منتظم کے سہ گونہ فرائض سر انجام دیتے رہے۔(حضور ﷺ کے بعد) آپ کی سنت یعنی آپ کی عادات، آپ کا طریقہ کار، آپ کے اقوال، آپ کے افعال اور آپ کی تقریرات دستیاب تھیں۔ یہ چیزیں وحی کے متن کے تبیین اور تفسیر کرتیں اور اس طرح نئے تقاضوں کو پورا کرتی تھیں۔ ہجرت کے بعد کی پہلی صدی میں احادیث قرآن کریم کے بعد زبردست تحقیق اور مطالعہ کا موضوع قرار پائیں۔احادیث کی تحقیق میں احادیث کو جمع کرنے ان کی جانچ پڑتال کرنے اور ان کو ریکارڈ کرنے کے مقاصد کو پیشِ نظر رکھا گیا۔

فلپ حضور ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے اقوال کی تاریخی حیثیت اور احادیث کو قرآن کریم کے بیان اور تفسیر ہونے کو تسلیم کر رہا ہجرت کے بعد پہلی صدی میں احادیث کی زبردست تحقیقات کا اقرار کرتا ہے۔اس کے مطابق اس دور میں احادیث کو جمع کر کے انہیں پر کھا گیا اور انہیں ریکارڈ بھی کیا گیا۔ یہ تمام باتیں دیگر مستشرقین کے مزعومات کے خلاف ہیں اور یہ باتیں احادیث کی اہمیت اور ان کی حفاظت کے لیے کی جانے والی کوششوں کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

John Bagot Glubb لکھتا ہے:

"There were many minor legal and administrative problems to settle, his decisions in which were passed down in Muslim tradition and became unchanging laws for hundreds of millions of millions of persons, for centuries to come".[22]

''بہت سے کم اہمیت کے قانونی اور انتظامی امور کے مسائل طے کرنا باقی تھے۔ایسے امور کے متعلق محمد ﷺ کے فیصلے اسلامی روایات کی شکل میں بعد کے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے اور صدیوں تک کروڑوں مسلمانوں کے لیے ناقابل تغیر قانون کی حیثیت اختیار کر گئے۔''

یہاں گلب کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے فیصلے اسلامی روایات کا حصہ بنے اور کروڑوں انسانوں کے لیے ناقابل تغیر قانون بنے۔ جبکہ دیگر مستشرقین احادیث کو حضور ﷺ کے فیصلے یا اقوال نہیں مانتے بلکہ انہیں بعد کے مسلمانوں کی اختراع قرار دیتے ہیں۔

ڈاکٹر مورس بکائیے(Maurice Bucaille)لکھتے ہیں:

"During Muhammad's life and after his death complementary information of legislative nature was indeed sought in the study of the words and deeds of the Prophet". (23)

محمد ﷺ کی زندگی میں اور آپ کے انتقال کے بعد قانون نوعیت کی اضافی معلومات کو آپ کے افعال واقوال میں تلاش کیا جاتا تھا۔احادیث کی جانچ پڑتال اور حفاظت کے متعلق مسلمانوں کی کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے بکائیے لکھتے ہیں:

"Those who undertook to assemble them in collections made the kind of enquiries which are always very taxing before recording accounts of past events. They never the less had a great regard for accuracy in their arduous task of collecting information. This if illustrated by the fact that for all of the Prophet's sayings, the most venerable collections always bear the names of those responsible for the account, going right back to the person who first collected the information from members of Muhammad's family or his companions".(24)

جن لوگوں نے احادیث کے مجموعوں کو مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا انہوں نے احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے وہ طریقے اختیار کیے جن کو تاریخی واقعات کو قلم بند کرنے سے پہلے اختیار کرنا بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔احادیث جمع کرنے کے کٹھن کام میں روایات کی صحت ہمیشہ پورے احترام سے ان کے پیش نظر رہی۔اس بات کا ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے۔کہ مسلمانوں کے ہاں احادیث کے جو مجموعے زیادہ مستند ہیں ان کی تمام احادیث کی اسناد صحابہ کرامؓ یا اہل بیت عظام تک متصل ہیں۔

درج بالا اقتباسات احادیث کے متعلق مستشرقین کے مذکورہ دعویٰ کی نفی کر رہے ہیں۔ان دلائل اور حقائق کی روشنی میں مستشرقین کے حدیث کے بارے میں مفروضہ کہ دور اول کے مسلمانوں کو نہ حدیث کی ضرورت پڑی اور نہ ہی انہوں نے حدیث کو کوئی اہمیت دی اور یہ کہ حدیث میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں بالکل غلط اور بے بنیاد ٹھہرتا ہے۔

شُبہ نمبر 2:

"There is no reason to suppose that the regular practice of using isnad is older than the beginning of the second century, (A.H)."(25)

احادیث نا قابل اعتبار ہیں اس لیے کہ آنحضرت ﷺ سے ان کا اِسناد ثابت نہیں یا احادیث کی اِسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے۔

محدثین کے ہاں اِسناد کی جو اہمیت ہے وہ دلائل کی محتاج نہیں ہے حتیٰ کہ انہوں نے اِسناد کو دین قرار دیا۔ مستشرقین چونکہ اسناد کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہیں اس لیے انہوں نے اسناد کے من گھڑت ہونے کا اعتراض کر کے احادیث کو نا قابل اعتبار قرار دینے کی کوشش کی اور دعویٰ کیا کہ اس دور میں لوگ مختلف اقوال اور افعال کو محمد ﷺ کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔

کتانی (Caitani) اور اسپر نگر (Springer) ان مستشرقین میں شامل ہیں جن کے نزدیک اِسناد کا آغاز دوسری صدی کے آواخر یا تیسری صدی کے شروع میں ہوا۔ مشہور مستشرق رابسن (Robson) اسناد کے بارے میں دیگر مستشرقین کے نظریات یوں بیان کرتا ہے:

Among the orientalist there have been differences of opinion about the beginning of "Isnad" According to Caetani, Urwah (d.94) the oldest systematic collector of traditions as quoted by Tabari, used no Isnads and quoted no authority but the Quran. Caetani, therefore, holds that in the time of Abdul Malik (d.7080) more than 60 years after the Prophet death, the practice of giving Isnad did not exist. So he concludes the beginning of Isnad system may be placed in the period between "Urwah and Ibne Ishaq" (d.151) in his opinion the greater part of this Isnad was put together oriented by traditional list belonging to the third Springer has also pointed out that the writing of Urwah and Abd-al-Malik does not contain Isnad and it was only later that he was credited with it. [26]

کتانی کے مطابق عروہ نے (۹۴ھ) جو مربوط روایات کا سب سے قدیم جمع کنندہ ہے جیسا کہ طبری نے نقل کیا ہے، قرآن کے علاوہ بیان کی ہیں اور نہ کوئی مصدر نقل کیا ہے۔ رسانیہ کتانی کا خیال ہے کہ عبدالملک کے عہد (۸۰،۷۰ھ) میں یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے ساٹھ سال بعد احادیث کی اسناد بیان کرنا مشکل نہیں تھا۔ اس لیے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اسناد بیان کرنے کا سلسلہ عروہ اور ابن اسحاق (۱۵۱ھ) کے دور کے درمیان شروع ہوا ہوگا۔ اس کے خیال میں کتب سنت میں موجود اسناد کی کثیر تعداد ان راویوں نے جمع کی اور پیش کی جو دوسری صدی کے اختتام یا تیسری صدی سے تعلق رکھتے تھے۔ اسپر نگر یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عروہ کی عبدالملک سے خط و کتابت میں اسناد نہیں تھیں اور اسے اس دور کے بعد اس کو عروہ سے منسوب کیا گیا ہے۔

1۔MontgomeryWatt احادیث کی اسناد کے بارے میں یوں تبصرہ کرتا ہے:

The insistence on complete chains is to be associated with the teaching of ash-shafi who was roughly a contemporary of Al-Waqidi it became fashion able to give complete isnad, Scholar must have been tempted to extend their chains backward to contemporaries of Muhammad. Even when these added to the chains, however, their traditions may have knew round, since they probably knew in general way where their predecessors had obtained information. This means only that we cannot rely so fully on the early links of the chains as one the later one.[27]

احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کو "الشافعی" کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے جو تقریباً واقدی کے ہم عصر تھے۔ جب احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کا رواج ہو گیا تو لازماً علماء کی خواہش ہوتی ہو گی کہ وہ اپنی اسناد کو حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ تک پہنچائیں۔ خواہ انہیں اپنی اسناد میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا پڑے۔ تاہم اس قسم کے اضافوں کو بھی قابل اعتبار سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ غالباً وہ عام طور پر سمجھتے تھے (جانتے تھے) کہ ان کے پیشروؤں نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم جس طرح اسناد کی آخری کڑی پر اعتبار کر سکتے ہیں۔ اس طرح ان کی ابتدائی کڑی پر اعتبار نہیں کر سکتے۔

جبکہ Schacht Joseph کا کہنا ہے:

There is no reason to suppose that the regular practice of using isnad is older than the beginning of the second century, (A.H). (28)

اس مفروضے کو قائم کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اسناد کے باقاعدہ استعمال کا رواج دوسری صدی ہجری سے قبل ہو چکا تھا۔

مستشرقین میں سے روبسن (Robson) نے بھی اسناد کے بارے میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ جس کا ماحصل یہ کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں اسناد کی مشابہ چند موجود تھی۔ کیونکہ اس وقت بہت سے صحابہؓ وفات پا چکے تھے۔ اور جنہوں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ ﷺ کے بارے میں قصے بیان کرتے ہوں گے اور قدرتی طور پر کچھ سامعین نے ان سے ان کے مصادر یا ان کے بارے میں معلومات طلب کی ہوں گی، جن کو انہوں نے براہِ راست آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا تھا۔ البتہ اسانید کے واضح نظام کا ارتقاء بتدریج ہوا ہو گا۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں ابن اسحاق اپنی بیشتر معلومات بغیر اسناد کے مہیا کر سکا اور باقی مکمل حالت کو نہ پہنچ سکیں اس کے پیشرو اپنی معلومات کو ضبط تحریر میں ان سے کم لاتے تھے۔ لیکن اس کے باوصف ہم یہ خیال کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ ہم یہ کہیں کہ اسناد امام زہری کے عہد کی پیداوار ہیں اور عروہ کے دور میں ان کا وجود نہیں تھا۔ (۲۹)

روبسن کی اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں کسی نہ کسی شکل میں اسناد کا وجود تھا۔ اور یوں گویا کہ اس نے دیگر مستشرقین کے اس نظریہ کو غلط قرار دیا کہ ابن اسحاق کے عہد میں اسناد کا کوئی وجود نہیں تھا۔ تاہم وہ اسناد کے مستقل نظام کو مؤخر عہد کا کام قرار دیتا ہے۔

منٹگمری واٹ کا اسناد کے بارے میں تبصرہ اصول حدیث سے اس کی کلیتہً جہالت اور لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ گویا کہ وہ اسناد کو پہلی صدی ہجری کے آخر یا دوسری صدی کے آغاز کا دور قرار دیتا ہے۔

اس مفروضہ کے بارے میں مزید یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاخت نے فقہ اور حدیث کی کتب سے ایسے مسائل کا انتخاب کیا ہے۔ جو اسانید کی بحث اور مطالعہ کے لیے کار آمد نہیں اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ محدثین اسناد اور متون اور ان کے درجات وغیرہ کا تعین کرتے ہیں۔ اور فقہا کا اصل کام یہ ہے کہ وہ فقہی مسائل کا استنباط کریں۔ چنانچہ شاخت کے نتائج تحقیق

حقیقت سے بعد اور غلط قرار پاتے ہیں۔اس لیے کہ وہ اسانید کے مطالعہ میں غیر متعلق موضوعات کو مد نظر رکھتے ہیں مگر پھر بھی اس کے اخذ کردہ نتائج ان کے مطلوبہ مقاصد کی تکمیل نہیں کرتے۔(۳۰)

شاخت نے اپنے مفروضہ کے پیش نظر اسناد کے بارے میں امام محمد ابن سیرین کے اثر کو موضوع قرار دیا ہے۔

(آپ کا قول ہے: ''لم یکونو یسالون عن الاسناد فلما وقعت الفتنه قالو اسمو النا رجالکم''(۳۱)

حالانکہ امام محمد ابن سیرین کے قول "ماکانوا یسالون ۔۔۔۔" سے اس بات کی نشاندہی ہو رہی ہے کہ محدثین اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے، یہ نہیں کہا کہ اسناد اس وقت موجود ہی نہیں تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسانید کا استعمال اس وقت معروف تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ لوگ اسناد کے بارے میں بحث و تمحیص نہیں کرتے تھے اور راوی پر چھوڑ دیا جاتا تھا کہ وہ اپنا ماخذ بیان کرے یا نہ کرے۔

معلوم ہوا کہ اسناد کی ابتدا کو دوسری یا تیسری صدی ہجری سے قرار دینا غلط ہے۔ نیز یہ کہ امام محمد ابن سیرین کے قول بلا تحقیق اور بلا دلیل موضوع قرار دینا قرین صواب نہیں۔ اسناد کا آغاز عہد رسالت میں ہو چکا تھا اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حدیث نبویﷺ میں اسناد کا باقاعدہ آغاز ہوا تھا۔

شبہ نمبر3:

1۔ آپﷺ نے احادیث لکھنے سے منع کیا، صحابہؓ نے احادیث نہیں لکھیں۔ جنہوں نے لکھیں تو انہوں نے جلا دیا۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضورﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:

لا تکتبو اعنی غیر القرآن ، سوائے قرآن کے مجھ سے کوئی بات نہ لکھو۔ پس اگر احادیث حجت ہوئیں تو حضورﷺ اس کی کتابت سے منع نہ فرماتے۔

2۔ چونکہ آپﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کیا اس لیے احادیث محفوظ نہیں۔

مستشرقین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ محمدﷺ نے احادیث کی کتابت سے منع کر دیا تھا۔ اس لیے دور اول کے علماء نے علم حدیث کی حفاظت میں سستی اور لاپرواہی سے کام لیا جس کے نتیجہ میں احادیث یا تو ضائع ہو گئیں یا پھر انہیں اس طرح کا اشتباہ پیدا ہو گیا کہ پورے یقین کیساتھ کہنا کہ یہ محمدﷺ کا فرمان ہے۔ ممکن نہیں ہے۔ مستشرق الفرڈ گلیوم لکھتا ہے کہ:

"یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حدیث کے بعض مجموعے اموی دور کے بعد جا کر مدون ہوئے۔(۳۲)

مشہور مستشرق میکڈولڈ کہتا ہے کہ:

The Words of Prophet would be profaned if they were in a book. Or, again, they would be too much honoured and the Quran itself might be neglected. This last fear has been justified to a certain extent by the event. On these grouds and many more, the writing and the transmiting in writing of traditions came to be fiercely opposed; and the oposition continued, as a the logical exercise, long after many books of

traditions were in existence, and after the oral transmission had become the merest farse and had even frankly dropped out.[(33)]

بعض محدثین کا صرف زبانی حفظ پر اعتماد کرنا اور ان لوگوں کو بدعتی قرار دینا جو کتابت حدیث کے قائل تھے۔ یہ طرز عمل بالآخر سنت کے ضائع ہونے کا سبب بنا۔

مستشرقین کے یہ مغالطے بالکل بے بنیاد ہیں، اس لیے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ حدیث کی حفاظت کا عہدِ رسالت سے لے کر اب تک کیا اہتمام ہوا حفاظت حدیث کا راستہ صرف کتابت ہی نہیں بلکہ دوسرے قابل اعتماد ذرائع بھی ہیں اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہؓ میں حفاظت حدیث کے لئے بنیادی طور پر تین طریقے استعمال کیے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ حفظ روایت:

حفاظت حدیث کا پہلا طریقہ احادیث کو یاد کرنا ہے، اور یہ طریقہ اس دور کے لحاظ سے انتہائی قابل اعتماد تھا، اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظے عطا فرمائے تھے، وہ صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے از بر یاد کر لیا کرتے تھے۔ ایک ایک شخص کو ہزاروں اشعار حفظ ہوتے تھے، اور بسا اوقات کسی بات کو صرف ایک بار سن کر یاد کیھ کر پوری طرح یاد کر لیتے تھے، تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن میں سے ایک دو یہاں بیان کی جاتی ہیں:

۲۔ ایک مرتبہ مدینہ کے گورنر عبدالملک بن مروان نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حافظہ کا امتحان لینا چاہا اور انہیں بلا کر احادیث بیان کرنے کی درخواست کی، حضرت ابو ہریرہؓ نے بہت سی احادیث سنائیں، ایک کاتب ان کو لکھتا رہا، یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہؓ چلے گئے، عبدالملک نے اگلے سال انہیں پھر بلوایا، اور ان سے کہا کہ جو احادیث آپ نے پچھلے سال لکھوائی تھیں وہی احادیث اسی ترتیب کے ساتھ سنایئے، حضرت ابو ہریرہؓ نے پھر احادیث سنانی شروع کیں، کاتب اپنی کتاب سے ان کا مقابلہ کرتا رہا، کسی جگہ ایک حرف ایک نقطہ ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں کی، انتہا یہ ہے کہ ترتیب بالکل وہی تھی، اور کوئی حدیث مقدم مؤخر نہیں ہوئی۔[(۳۴)]

اس قسم کے حیرت انگیز واقعات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو غیر معمولی حافظہ صرف حفاظت حدیث کے لیے عطا فرمایا تھا، بلاشبہ ایسے حافظے حدیث کے لیے اتنے ہی قابل اعتماد ذرائع ہیں جیسے کتابت وغیرہ۔

2۔ دوسرا طریقہ تعامل:

حفاظت حدیث کا دوسرا طریقہ جو صحابہؓ نے اختیار کیا تھا وہ تعامل تھا، یعنی وہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال پر بجنسہٖ عمل کر کے اسے یاد کرتے تھے۔

چنانچہ احادیث شریف کی مسلسل عملی مشق ایک اور ایسا بڑا عنصر رہا ہے جس نے سنت کی حفاظت اور فروغ میں اہم کردار ادا کیا اور اسے ایسے بیرونی عناصر سے بچائے رکھا جو اسے مسخ کرنے کے در پے تھے۔

3۔ تیسرا طریقہ کتابت:

احادیث کی حفاظت کتابت کے ذریعہ سے بھی کی گئی،اور تاریخی طور پر کتابت حدیث کو چار مراحل پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ متفرق طور سے احادیث کو قلمبند کرنا:

۲۔ کسی ایک شخصی صحیفہ میں احادیث کو جمع کرنا، جس کی حیثیت ذاتی یادداشت کی ہو۔

۳۔احادیث کو کتابی صورت میں بغیر تبویب کے جمع کرنا۔

۴۔احادیث کو کتابی صورت میں تبویب کے ساتھ جمع کرنا۔

عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہؓ میں کتابت کی پہلی دو قسمیں اچھی طرح رائج ہو چکی تھیں۔ مستشرقین عہد رسالت ﷺ میں کتابت حدیث کو تسلیم نہیں کرتے اور مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "لا تکتبو اعنی ومن کتب عنی غیرالقرآن فلیمحه"۔ (۳۵)

مستشرقین کا کہنا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کتابت حدیث سے منع فرمانا، اس کی دلیل ہے کہ اس دور میں حدیثیں نہیں لکھی گئیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احادیث حجت نہیں، ورنہ آپ انہیں اہتمام کے ساتھ قلمبند فرماتے، لیکن حقیقت یہ ہی کہ کتابت حدیث کی یہ ممانعت ابتداء اسلام میں تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک قرآن کریم کسی ایک نسخہ میں مدون نہ ہوا تھا، بلکہ متفرق طور سے صحابہ کے پاس لکھا ہوا تھا، دوسری طرف صحابہ کرامؓ بھی ابھی تک اسلوب قرآن سے اتنے مانوس نہ تھے کہ وہ قرآن اور غیر قرآن میں بااول نظر تمیز کر سکیں، ان حالات میں اگر احادیث بھی لکھی جاتیں تو خطرہ تھا کہ وہ قرآن کے ساتھ گڈمڈ ہو جائیں، اس خطرہ کے پیش نظر اور اس کے انسداد کے لیے آپ نے کتابت حدیث کی ممانعت فرمادی، لیکن جب صحابہ کرامؓ اسلوب قرآن سے پوری طرح مانوس ہو گئے تو آپ ﷺ نے کتابت حدیث کی اجازت بھی دیدی۔ جس کے متعدد واقعات کتب حدیث میں منقول ہیں۔

ا۔ جامع ترمذی میں امام ترمذیؒ نے ابوب العلم میں اس پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے " باب ماجاء فی الرخصة فیه " اور اس میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ : قال کان رجل من الانصار یجلس الی رسول اللهﷺ فیسمع من النبیﷺ الحدیث فیعجبه ولا یحفظه فشکی ذلك الیٰ رسول اللهﷺ فقال یا رسول الله انی لاسمع منك الحدیث فیعجلنی ولا احفظه فقال رسول اللهﷺ استعن بیمینك وأومأ بیده لخط "(۳۶)

۲۔امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور امام حاکم نےؒ مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ :

"کنت اکتب کل شیء اسمعه من رسول اللهﷺ وارید حفظه فنتهنی قریش، وقالوا ا تکتب کل شیء تسمه و رسول اللهﷺ بشر یتکلم فی الغضب والرضا فامسکت عن الکتابة فذکرت ذلك الی رسول الله علیه وسلم فأومأباصبعه الیٰ فیه فقال اکتب فوالذی نفسی بیده ما یخرج منه الاحق۔ (۳۷)

۳۔مستدرک حاکم میں انہی حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: " قیدووا العلم قلت و ما تقیید قال کتابته"(۳۸)

۴۔"عن ابي هريرهؓ ان النبیﷺ خطب فذکر قصة فی الحدیث فقال ابو شاه اکتبوالی یا رسول اللهﷺ فقال رسول اللهﷺ اکتبوا لابی شاه و فی الحدیثقصةهذا حدیث حسن صحیح۔ (۳۹)

اس قسم کی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ کتابت حدیث کی ممانعت کسی امر عارض کی بنا پر تھی اور جب وہ عارض مرتفع ہو گیا تو اس کی اجازت بلکہ حکم دیا گیا۔

علاوہ ازیں جہاں تک مستشرقین کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ دور اول میں صحابہؓ نے ابتدائی طور پر کوئی منظم کوشش نہیں کی جس کی وجہ سے احادیث کا بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔اہل علم نے اپنی تحقیقات کے نتیجے میں مستشرقین کے اس اعتراض کو بے وزن کر دیا ہے۔جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی مرتب کردہ کتاب "الوثائق السیاسۃ" میں ۲۸۰ ایسے خطوط اور وثائق کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق آپﷺ کی ذات گرامی سے ہے۔(۴۰) اس طرح ڈاکٹر موصوف نے صحیفہ ھمام بن منبہ جو ابو ہریرہؓ کے شاگرد ہیں ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے جس میں ۱۳۸ احادیث ہیں۔اس مخطوطے کی دریافت قرن اول میں کتابت حدیث کی بہت بڑی شہادت ہے۔(۴۱)

مزید براں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے شاہان عالم کے کئی خطوط بھی دریافت کیے ہیں۔چونکہ اس میں کئی خطوط احادیث کی مستند کتابوں میں منقول ہیں اس لیے نو دریافت شدہ خطوط اور احادیث میں مطابقت کا پایا جانا بھی کتب حدیث کے مستند ہونے اور قرن اول میں ہی میں کتابت حدیث پر دلالت کرتے ہیں۔(۴۲)

اس موضوع پر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کا پی ایچ ڈی کا مقالہStudies in Early Hadith Literature، (جو دراسات فی الحدیث نبویﷺ وتاریخ تدوینہ) کے عنوان سے دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔اس کتاب میں ڈاکٹر موصوف نے نہ صرف حدیث نبویﷺ جمع و تدوین کی تاریخ کا تفصیلی حال بیان کیا ہے بلکہ باون(۵۲)صحابہ کرامؓ اور دوسو باون(۲۵۲)تابعین عظامؒ کے صحائف کا ذکر کیا ہے جس سے قرن اول میں حدیث کی کتابت اور حفاظت کے لیے کی جانے والی ہمہ گیر کوششوں پر روشنی پڑتی ہے۔(۴۳)

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے بھی عہد نبوی ﷺ سے لیکر صحاح ستہ کی تدوین تک کی مختصر تاریخ بیان کر کے مستشرقین اور منکرین کے اعتراضات کی سطحیت کو واضح کر دیا ہے۔(۴۴) نتیجۃالبحث کے طور پر پیر صاحبؒ فرماتے ہیں:

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دینی و علمی سرمائے کو محفوظ کرنے کے لیے جو کوششیں کیں وہ کسی قوم نے بھی نہیں کیں مثلاً حدیث کو سینوں میں محفوظ کرنا، احادیث کے پیغام اور تعلیم کو فرد و قوم کی عملی زندگی میں جذب کرنا، احادیث سننے اور سنانے کی محفلیں، منعقد کرنا، تدریس احادیث کے حلقے، حدیث کی کتابت، حدیث کی تدوین و فن اصول احادیث متعارف کرانا، حدیث کی چھان بین، احادیث کے متن پر کھنا، رواۃ حدیث کے حالات زندگی اور ان کے اخلاق و کردار کو محفوظ کرنا، احادیث کے مختلف درجے مقرر کرنا، ایسی کتابوں کی تیاری جن سے صحیح احادیث کا بیان ہو، حدیث کی فنی حثیت متعین کرنا، ان راویوں سے ملت کو آگاہ کرنا جو وضع حدیث کے لیے مشہور ہیں، اور ایسی کتابیں مرتب کرنا جن میں تمام موضوع روایات کو جمع کر دیا جائے تاکہ لوگ انہیں اقوال رسول ﷺ سمجھ کر دھوکہ نہ کھا جائیں۔ یہ وہ مختلف طریقے تھے جو مسلمانوں نے حدیث رسول ﷺ کے بیش بہا خزانے کی حفاظت کے لیے استعمال کیے۔(۴۵)

یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ عہد رسالت ﷺ میں حدیث کی کتابت کی گئی۔ آپ ﷺ نے مختلف افراد کے سلسلے میں بیشمار سرکاری احکام بھی لکھوائے ہیں۔ کثیر تعداد میں موجود ان احکامات اور دستاویزات کے محض حوالے بھی یہاں اس مختصر آرٹیکل میں دینا ممکن نہیں ہے۔ یہ دستاویذات بھی سنت کا اہم جزو ہیں، اور اسلامی احکامات کی ایک بڑی تعداد ان سے مستنبط کی گئی ہے۔

یہاں ہم نے صرف چند مثالوں کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ رسول کریم ﷺ نے جو انفرادی خطوط تحریر فرمائے یا کسی کو کوئی بات لکھ کر دی یا فرامین جاری کیے، وہ اس کے علاوہ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے لیے احادیث سے بے نیاز رہنا ممکن نہیں تھا۔ انہیں قدم قدم پر ان کی ضرورت تھی اور وہ ہر دور میں سرچشمہ سمجھتے تھے۔ ثابت ہوا کہ احادیث کی معتبر دینی دستاویز کی حیثیت کو کلیتاً مسترد کر دینا تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے جو مستشرقین کی تحریک کے اساسی ستون ہیں۔

حوالہ جات:

1. H.A.R.Gibb, "Islam" The Encyclopedia of Loving Faith (London, 1884), P.171
2. Joseph Schacht, "The Origin of Muhammadan Jurisprudence" (Oxford Press, 1950), P.3
3. Joseph Schacht, "The Origin of Muhammadan JurisPrudence",(Oxford Press 1950), P.36
۴۔ مسلم بن حجاج بن القشیریؒ، الصحیح، کتاب الذمر، باب التثبت فی الحدیث و حکم کتابۃ الحدیث، حدیث نمبر ۷۲
5. Gold Ziher, (Muhammadan is chestudien,) Muslim Studies, V 2 p.17 (London: George Allen and Unwin LDT 1971), Ruskin house museum street.
6. Arthur jeffery, Islam. Muhammad and his Religion, Indiana,1979, p.12

7. H.A.R.Gibb, "Islam" The Encyclopedia of Loving Faith (London, 1884), P.171
۸۔ آل عمران:۳۱
۹۔ محمد:۳۳
۱۰۔ الحجرات: ۱۴
۱۱۔ آل عمران:۴۳
۱۲۔ الحشر: ۷
۱۳۔ الحجرات: ۱
۱۴۔ النحل: ۴۴
۱۵۔ آل عمران:۸۱
۱۶۔ النساء: ۱۳
۱۷۔ الاحزاب: ۳۴
۱۸۔ الزبیدی، تاج العروس، مطبعہ الخیریہ، مصر، ج۷، ص۲۲۱
۱۹۔ الازھری، پیر محمد کرم شاہ، سنت خیر الانام، بھیرہ پنجاب، طبع اول، ۱۹۵۵ء، ص۵۶
۲۰۔ ابوداؤد السجستانی، سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، حدیث نمبر ۴۶۰۴
۲۱۔ فلپ کے ہٹی، اسلام اے وے آف لائف، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۱ء، ص ۴۲
22 Glub, John Bagot, The life and Times of Muhammad, (New York. Stein and Day,1971), P.359
23. Maurice Bucaille, The Bible, The Quran and Science, (Islamabad: Islamic Book Carporation), p.259
24. Ibid, p.259
25. Joseph Schacht, "The Origin of Muhammadan Jurisprudence" (Oxford Press 1950), P.36
26. Robson, The Isnad in Muslim Tradition, (Glasgow University, Oriental Society, 1955), p.18-19
27. Watt, Montgomery, Muhammad at Madina, (London: Oxford Press, 1979), p.318
28. Joseph Schacht, "The Origin of Muhammadan Jurisprudence" P.36
29. Robson, "The Isnad in Muslim Tradition", p.21
۳۰۔ محمد مصطفی الاعظمی، ڈاکٹر 'دراسات فی الحدیث النبوی ﷺ و تاریخ تدوینہ 'المکتبہ الاسلامی بیروت، ۱۹۹۵ء، ص۳۹۸، (ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی نے شاخت کے مذکورہ مفروضہ پر مدلل گفتگو کرکے اسے غلط قرار دیا ہے۔)
۳۱۔ امام مسلم، الصحیح، باب بیان الاسناد عن الدین' حدیث نمبر ۲۷
32. Alfred Guillaume, "Islam", London 1963, p.89-90

33. Dancan, B . Macdonald, "Muslim Theology", Jurisprudence and Constitution Theory", Beirut Khayats, 1965, p.76-77

۳۴۔ ابن کثیر، حافظ عماد الدین، البدایۃ والنہایہ، مطبعہ السعادۃ، مصر، ۱۳۵۱ھ، ج۸، ص۱۰۶

۳۵۔ امام مسلم، الصحیح، کتاب الزھد، باب التثبت فی الحدیث و حکم کتابۃ الحدیث، حدیث نمبر ۷۲

۳۶۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، ابواب العلم باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ، ج۲، ص۱۰۶۔۱۰۷، حدیث نمبر ۲۶۶۶

۳۷۔ ابو عبداللہ الحاکم، مستدرک، دائرہ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۴۰ھ، کتاب العلم، قیدوا العلم بالکتابۃ، ج۱، ص۱۰۵۔۱۰۶

۳۸۔ الحاکم، مستدرک، کتاب العلم، قیدوا العلم بالکتابۃ، ج۱، ص۱۰۵، ۱۰۶

۳۹۔ امام ترمذی، جامع ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ، ج۲، ص۱۰۶۔۱۰۷، حدیث نمبر ۲۶۶۶

۴۰۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، مجموعہ الوثائق السیاسیۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ، قاہرۃ، ۱۹۴۱ء، ص۲۰

۴۱۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، صحیفہ ھمام بن منبہ عن ابی ھریرہ، زاہد بشیر پرنٹر لاہور، ۲۰۱۴ء، ص۲۳

۴۲۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء، ص۱۳۸

۴۳۔ محمد مصطفی الاعظمی، ڈاکٹر، دراسات فی الحدیث النبوی ﷺ وتاریخ تدوینہ، ص۳۲۵

۴۴۔ الازہری، جسٹس، محمد کرم شاہ، ضیا النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، ۱۴۱۸ھ ج۷ ص۱۲۴۔۱۵۵

۴۵۔ ایضاً، ج۷، ص۷۶۔۷۷